تفسیر سُورۂ مُمتَحَنَہ

یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس میں تیرہ ۱۳ آیات ہیں

وجہ تسمیہ ممتحنہ حاء کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ منقول ہے۔ بفتح حاء ممتحَنہ پڑھیں تو معنی یہ ہوں گے کہ وہ سورت جس میں امتحان میں پڑی ہوئی عورت کا بیان ہے۔ اور بکسر حاء ممتحِنہ پڑھیں تو امتحان کرنے والی سورت مراد ہوگی واللہ اعلم۔ سورۃ الامتحان اور سورۃ المودۃ بھی اس کا نام ہے۔

مناسبت از ماقبل سورت ماقبل سے اس کی مناسبت دو طریقہ سے ہے۔ ایک یہ کہ اگلی سورت میں اہل کتاب کے ساتھ منافقین کی دوستی کا بیان تھا۔ اس میں مسلمانوں کی کفار کے ساتھ دوستی کا بیان اور اسکی ممانعت ہے۔ دوم یہ کہ پہلی سورت میں مسلمانوں کا اہل کتاب کے ساتھ جو معاہدہ تھا اس کا بیان تھا۔ یہاں مشرکین کے ساتھ معاہدہ کا بیان ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع ہے اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

60· يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ (آیت ۱)
اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ
مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ
رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ
تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ
وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ اے ایمان والو!

نہ پکڑو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست، تم ان کو پیغام بھیجتے ہو دوستی سے اور وہ منکر ہوئے ہیں اس سے جو تمہارے پاس آیا سچا دین، نکالتے ہیں رسول کو اور تم کو اس بات پر کہ تم مانتے ہو اللہ کو جو رب ہے تمہارا، اگر تم نکلے ہو لڑنے کو میری راہ میں اور طلب کرنے کو میری خوشنودی، تم ان کو چھپا کر بھیجتے ہو دوستی کے پیغام، اور مجھ کو خوب معلوم ہے جو چھپایا تم نے اور جو ظاہر کیا تم نے، اور جو کوئی تم میں یہ کام کرے تو وہ بھول گیا سیدھی راہ۔

شانِ نزول | صلح حدیبیہ جو آں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مکہ والوں سے فرمائی تھی۔ کفار مکہ اس پر قائم نہ رہ سکے تو آپ خاموش طور پر ان کے مقابلہ کے لئے فوج جمع کرنے لگے خبریں بند کردی گئیں۔ اس اندیشہ سے کہ مکہ والوں کو معلوم ہوجائے تو وہ بھی تیاریاں کریں گے جس سے حرم شریف میں خونریزی ناگزیر ہوجائے گی۔ یہ تیاریاں فتح مکہ کی تھیں۔ ایسے نازک موقع پر حاطب بن ابی بلتعہ ایک بدری صحابی نے اہل مکہ کو ایک خط لکھ بھیجا۔ چنانچہ سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں :- بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلّم والزبیر والمقداد فقال انطلقوا حتّی تاتوا روضة خاخ فانّ بھا ظعینة معھا کتاب فخذوہ منھا فائتونی به فخرجنا حتّی اتینا الروضة فاذا نحن بالظعینة فقلنا اخرجی الکتاب قالت ما معی کتاب قلنا لتخرجنّ الکتاب او لنلقینّ الثّیاب فاخرجته من عقاصھا فاتینا به النبی صلی اللہ علیه وسلّم۔ (امام احمد، حمیدی، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابوعوانہ، ابن حبان، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی، ابونعیم) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور زبیر و مقداد کو بھیجا کہ تم (فوراً) روانہ ہوکر روضۂ خاخ (جو مدینہ اور مکہ کے درمیان ہے) پہنچ جاؤ۔ وہاں ایک سانڈنی سوار عورت ملیگی۔ اس کے ساتھ ایک خط ہے اس سے

لیکر ہمیں پہنچاؤ۔ چنانچہ ہم نکل کر وہاں پہنچے۔ وہ عورت ملی۔ ہم نے خط حوالہ کرنیکو کہا۔ اس نے کہا میرے ساتھ کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا کہ خط حوالہ کرنا ہوگا۔ ورنہ جامہ تلاشی کی جائے گی۔ اس نے وہ تحریر اپنے چونڈے سے نکالی اسکو ہم نے خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔"

حاطبؓ کے خط کا مضمون دیگر روایات میں ہے کہ خط میں لکھا تھا:۔

مِنْ حاطب بن ابی بلتعۃ الی اناس من المشرکین بمکّۃ انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم توجّہ الیکم بجیش کاللیلِ یسیر کالسیلِ واقسم باللّٰہ لوسار الیکم وحدہٗ لنصرہ اللّٰہ علیکم فانہ منجز لہ وعدہ۔ منجانب حاطب بن ابی بلتعہؓ برائے اطلاع مشرکین مکہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ ایک گھٹاؤنے لشکر کے ساتھ تمھاری طرف عزیمت فرما ہو رہے ہیں جو سیلاب کی طرح بڑھ رہا ہے۔ اور میں قسمیہ کہتا ہوں کہ حضورؐ اگر تن تنہا بھی ہوں گے تو اللہ سبحانہ آپ کی مدد فرمائے گا کیوں کہ وہ اپنا وعدہ جو آپ سے کیا ہے پورا کرکے رہیگا۔"

حاطبؓ کی معذرت اس پر حضور اکرمؐ نے فرمایا:۔ ماھذا یا حاطب قال لا تعجل علیّ یارسول اللّٰہ انّی کنت امرأ ملصقا من قریش ولم اکن

من انفسہا وکان من معک من المہاجرین لھم قرابات یحمون بھا
اھلیھم واموالھم بمکۃ فاحببت ان فاتنی ذلک من النسب فیھم
ان اصطنع الیھم یدا یحمون بھا قرابتی وما فعلت ذلک کفرا
ولا ارتدادا عن دینی۔ حاطب! یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ عرض پرداز ہوا
یا رسول اللہ! مجھے معروضہ کرنے کا موقع دیجئے۔ میں قریش کا حلیف ہوں
ان میں شامل نہیں۔ دیگر مہاجرین جو آپ کے ساتھ ہیں قریش سے ان کے
کئی کئی رشتے ہیں جن کے باعث وہ ان کے اہل وعیال اور اموال کی
حمایت کیا کرتے ہیں جو مکہ میں ہیں۔ میں نے بھی چاہا کہ جب میرا ان سے
نسبی رشتہ نہیں تو ان کے ساتھ کوئی احسان کروں تاکہ وہ میرے اہل قرابت
کی بھی حمایت کرنے لگیں۔ میں نے جو کچھ کیا اس کو کفر وارتداد سے کوئی تعلق نہیں"

حاطبؓ کی برأت روایت ثقات جو اوپر مذکور ہوئی اس میں یہ بھی ہے کہ
حضور انورؐ نے حاطب کا یہ جواب اور معذرت سماعت کر کے فرمایا:—
صدق" یہ سچ کہتا ہے" چنانچہ آپ نے ان کو بری فرمادیا اور کوئی تعرض
نہ فرمایا۔ جرم کی سنگینی، اور اس کا کھلے بندوں ثبوت، پھر صاف صاف اقرار،
مقام غور ہے کہ ایسی صورت اگر آج کسی سلطنت میں درپیش ہو تو عبرتناک

سزائے موت سے کم کوئی سزا تجویز نہ ہو۔ مگر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے کہ عفو و درگزر کی جنس بھی خزانہ رسالت میں جس افراط کے ساتھ موجود تھی اسکی مثال سے خلفاء اور پادشاہوں کے خزانے یکسر خالی نظر آتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا جوش اور حضور انورؐ کی تسکین چنانچہ اس موقع پر حضرت عمرؓ سے رہا نہ گیا۔ فقال عمر دعنی یارسول اللہ فاضرب عنقہ فقال انہ شھد بدرا وما یدریك لعل اللہ اطّلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا "یہ بدر میں شریک رہے ہیں۔ تمہیں کیا خبر کہ اللہ سبحانہ نے اہل بدر کے کارناموں کا مشاہدہ کرکے فرما دیا ہے کہ آیندہ تم جو چاہو کرو میں نے تم سب کو بخش دیا ہے"۔ بہرحال حضورؐ روحی فداہ نے محض اس بنا پر کہ یہ ایک بدری صحابی ہیں۔ ان کے ایسے سنگین جرم کو بخش دیا اور جنگی راز کے افشاء کر دینے پر بھی کوئی دار و گیر نہیں فرمائی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بہرحال اس موقع پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں ایسے سنگین جرم کے باوجود خطاب الٰہی ہوا:— یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اے ایمان والو! گویا ایسی خطائے عظیم بھی ایمان کے منافی نہیں ہے۔ مگر یہ ارشاد

ہو رہا ہے۔ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ۔ میرے دشمن کو جو خود تمہارا بھی دشمن ہے دوست نہ بناؤ۔" اس میں یہ بھی ایما ہو رہا ہے کہ مومن اللہ والا ہے۔ اللہ کا دشمن، مسلمان کا دشمن، اگر اس غلطی کے ارتکاب سے حاطبؓ کا (نعوذ باللہ منہ) ایمان جاتا رہتا یا اس میں نفاق شامل ہوتا تو کافر کا یا منافق کافر کا دشمن نہ ہو سکتا۔ یہاں تو عَدُوَّکُمْ ارشاد ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ کفار مکہ حاطبؓ کے دشمن ہیں جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ حاطبؓ اس حالت میں بھی مسلمان ہی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو جو جواب دیا اس سے بھی یہی ثابت ہے۔ اور خود حاطبؓ کا خط جو پکڑا گیا اس کا آخری جملہ یہ ہے:۔ واقسم باللہ لو سار الیکم وحدہ لنصرہ اللہ علیکم فانہ منجزلہ ما وعدہ۔ میں خدا کی قسم لکھ کر کہتا ہوں کہ حضورؐ اگر تن تنہا بھی تمہارے مقابلہ کو تشریف لائینگے تو اللہ سبحانہ آپؐ کی مدد فرمائے گا کیوں کہ اس نے جو وعدہ آپؐ سے فرمایا ہے اس کو پورا کر کے رہیگا۔" اس جملہ سے صاف ظاہر ہے کہ حاطبؓ کا ایمان جو خدا اور اوس کے رسولؐ پاک پر تھا اس میں کسی نوع کا تزلزل نہ تھا۔ یہی وجوہ تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو محض بدری صحابی

ہونیکی بنا پر برقرار فرمایا اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی :۔ لا تقولوا له الا خیرا۔
خبردار ان کی بھلائی کے سوا اور کوئی کلمہ کبھی زبان پر نہ لانا۔"

ایک دفعہ حاطب رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
جناب میں شکایت پیش کی جس کے الفاظ یہ تھے :۔ یا رسول اللہ حلف
حاطب النار ۔ یا رسول اللہ! دوزخ کے ایندھن کو حلف دیجئے۔" (حاطب
کے لغوی معنی "ایندھن" کے ہیں) اس پر حضور اقدس نے فرمایا :۔ لا انه
شهد بدرا و الحدیبیة ۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک
رہے ہیں۔" مطلب یہ کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ دوزخ کے ایندھن نہیں بن سکتے۔
یہ روایت مسلم شریف میں موجود ہے۔

کفار قریش کا سلوک | بہر حال مسلمانوں کو اس آیۂ کریمہ میں ہدایات
دی جارہی ہیں کہ کفار حق کے منکر ہیں۔ رسول اللہ کو اور آپ پر ایمان
لانے والوں کو محض اس بنا پر اپنے گھر بار اور وطن سے نکالتے رہتے ہیں کہ
تم خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہو۔ دیکھو کیسی کیسی ایذائیں پہنچا کر تم کو ترک
وطن پر مجبور کر دیا۔ اور تم محض محبت خدا و رسول کی بنا پر ترک وطن پر راضی
ہوئے۔ اور اب جب کہ ان سے جنگ ٹھہری تو اس جنگ کا مقصد خدا اور رسول کو

خوشنود کرنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ ایسی حالت میں ان سے خفیہ نامہ و پیام کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا ایسی حرکت سے خدا و رسول خوش ہونگے؟ ہرگز نہیں تم نے کافروں کو خفیہ پیام دیا۔ اور شاید یہ سمجھ لیا کہ یہ بات چھپی رہیگی۔ اگر کسی کو اس کا علم نہ ہو تو کیا اللہ سبحانہ کو بھی اس کا علم نہیں؟ وہ تو ہر چھپی اور کھلی کو جانتا ہے۔ بایں ہمہ جس کسی نے ایسی حرکت کی سخت غلطی کی اور یہ بہت بڑی بھول ہے۔

60-2 إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ
60-3 أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝ لَنْ
تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ يَفْصِلُ
بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ اگر تم ان کے ہاتھ لگ جاؤ تو

ثابت ہوں تمھارے دشمن اور چلائیں تم پر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ اور چاہیں کہ کسی طرح تم بھی منکر ہو جاؤ۔ ہرگز کام نہ آئیں گے تمھارے کنبے والے اور نہ تمھاری اولاد قیامت کے دن وہ فیصلہ کرے گا تم میں اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔"

آیۂ صدر کی تفسیر | مطلب یہ کہ تم تو ان سے دوستی جوڑنا چاہتے ہو اور

نامہ و پیام کے ذریعہ دوستی کی طرح ڈال رہے ہو اور ان کا یہ حال ہے کہ وہ اس موقع کے منتظر ہیں۔ کبھی تم ان کے ہاتھ لگ جاؤ تو دشمنی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں اور آزار دستی ہو یا لسانی جو بھی بن پڑے برابر پہنچائے جائیں تا آنکہ تم کو اپنی طرح کافر بنا کر ہی چھوڑیں۔ جن کے جذبات اور منصوبے اس نوعیت کے ہوں تم ان کو دوستی کا پیام دیتے ہو؟ رہا تمھارا یہ عذر کہ تمھارے عزیز قریب اور اہل و عیال ان کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس کی وقعت وسوسہ سے زیادہ نہیں۔ اول تو یہ رشتے ناطے تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ وقت آن پڑے تو اقارب تمھارے حق میں عقارب ثابت ہوں گے۔ اور بی بی بچے خود تمھارے دشمن ہو سکتے ہیں۔ اتنے دن تک بی بی بچوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ کر کے کیا پھل پایا ہے کہ ان سے آئندہ بھلائی کی توقع رکھتے ہو یہاں غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ قیامت قائم ہوگی تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ یہاں کس نے کیا کام کئے تھے اس کے مطابق ہر ایک کو فیصلہ سنایا جائے گا۔ تب ہر ایک کی حقیقت ظاہر ہوگی۔ اللہ سبحانہ تم سب کے اعمال کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ بعض پیغمبروں کے قرابت دار بی بی بچے چھوٹ نہ سکے تو تمھارے اہل قرابت اور بی بی بچے کس شمار و قطار میں آسکتے ہیں۔ لہذا یہ خیال بھی غلط ہے

(آیت ۴ تا ۱۰)

بصیر خبیر کا فرق والله بما تعملون بصیر جو ارشاد ہوا اس میں بمقابلہ والله بما تعملون خبیر کے ایک نکتہ یہ ہے کہ خبیر کے مقابلہ میں بصیر بلیغ تر ہے۔ کیوں کہ خبر تو دوسروں کے ذریعہ پہنچائی ہوئی ہوتی ہے۔ اور بصر کا معاملہ ذاتی اور حسی ہے جس کی واقعیت کا ثبوت کسی اور پر موقوف نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ علم ذاتی پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا یہ نزاکت بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہیئے۔ آگے عبرت کے لئے ایک واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ اس سے سبق لینا چاہیے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ[1] حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ
مَعَهُ ۚ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ
مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ

[1] الاسوة القدوة او الحالة التي يكون الانسان عليها في اتباع غيره في الحسن والقبح والسار والضار وما يأتسى به الحزين اي يتعزى ج إسا و أسى۔ (محیط المحیط) اُسوة بالضم والکسر اتباع یا وہ حالت جس پر انسان دوسرے کی اتباع کرتا ہے حسن میں ہو یا قبح میں۔ مسرت میں ہو یا مضرت میں۔ نیز وہ حالت جس میں مغموم کو تعزیت دی جاتی ہے إسا اور أسى اس کی جمع ہے۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ اسوة سے مراد مثال یا نمونہ۔ واللہ اعلم

0-4

وَالْبَغْضَاۤءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ
لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ
60-5 رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
60-6 لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ
الْاٰخِرَ ۗ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

تمہارے لئے مثال ہے اچھی ابراہیم میں اور ان میں جو ان کے ساتھ
تھے جب انھوں نے کہا اپنی قوم کو ہم بیزار ہیں تم سے اور اُن سے جن کو تم
پوجتے ہو اللہ کے سوائے ہم منکر ہوئے تم سے اور کھلی ہو گئی ہم میں اور تم میں
دشمنی اور بیر ہمیشہ کو یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ اکیلے اللہ پر مگر ایک بات
ابراہیم کی اپنے باپ کو کہ میں معافی مانگوں گا تیرے لئے (اللہ سے) اور میں
مالک نہیں تیرے نفع کا اللہ کے ہاں کسی چیز کا اے رب ہمارے! ہم نے تجھ پر
بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف ہے سب کو پھر آنا
اے پروردگار ہمارے! ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنا اور ہم کو معاف کر
اے رب ہمارے! تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔ بے شک تمہارے لئے

اُن میں مثال ہے اچھی اس کے لئے جو امید رکھتا ہو اللہ کی اور پچھلے دن کی اور

جو کوئی منہ پھیرے تو اللہ وہی ہے بے پروا سب تعریفوں والا ۔

اسوۂ ابراہیمی ارشاد ہو رہا ہے کہ دیکھو تم سے پہلے ابراہیمؑ اور ان کے ساتھ والے تھے ان کو بھی کافروں سے سابقہ تھا۔ یہ کفار قوم ابراہیم سے تھے ان کے بھی آپس میں رشتے ناطے تھے۔ مسلمان تعداد میں اور تمول میں کافروں سے کم تھے۔ بہر حال جو اندیشے تم کو کفار قریش سے ہیں اُن کو بھی اپنی قوم سے تھے مگر انھوں نے اپنی قوم کو صاف صاف سنا دیا تھا کہ ہم تم سے علیحدہ ہو چکے اور تم سے بیزار ہیں نیز تمھارے ان معبودوں سے جن کی پرستش تم کیا کرتے ہو اللہ کے سوائے۔ ان سے بھی علیحدہ اور بیزار ہیں۔ ہم کو تمھارے ان خیالات اور افعال سے انکار ہے۔ تم جب تک خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ تم سے ہماری دلی دشمنی اور بیر رہیگا۔ ابراہیمؑ اور ان کی قوم کا یہ ٹکا سا جواب' تمھارے لئے مشعل راہ اور نمونۂ عمل ہے۔ اس مثال اور نمونہ کی اتباع و پیروی کی جانی چاہئے۔

اسوۂ ابراہیمی سے استثناء ہاں اس سے ایک صورت مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ یا چچا سے یہ فرما دیا تھا کہ:۔ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ

وَمَآ اَمۡلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ ۔ میں آپ کے لئے معافی کی درخواست کرونگا
اور میں اللہ کے ہاں استغفار کے سوا اور کسی چیز کا مالک نہیں " اس میں ان کے
اتباع کی ضرورت نہیں ۔ در اصل یہ ایک وعدہ تھا ۔ اور اس وعدہ کا انھوں نے
ایفاء بھی فرمایا جیسا کہ سورۂ شعراء میں آیا ہے کہ آپ نے ابتداء میں اللہ پاک سے
دعا فرمائی :۔ واغفرلابی ۔ پروردگار ! میرے والد کو (توبہ نصیب کرکے)
بخش دیجے " جس کی تفسیر حضرت سید الشیوخ علیہ الرحمہ کے قلم فیض رقم سے ۱۱۴۲ پر گزر چکی
ہے مگر دوسری جگہ ارشاد باری ہے :۔ وما کان استغفار ابراھیم
لابیه الا عن موعدة وعدها ایاہ فلما تبین له انه عدو لله
تبرأ منه ۔ ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف ایک وعدہ کی
بنا پر تھا جو انھوں نے کر لیا تھا پھر جب اس کا عدو اللہ ہونا کھل گیا تو اس سے
بیزار ہو گئے " بہر حال اس جزو میں اقتدا ضروری نہیں ۔

اسوۂ محمدی کی فضیلت یہیں سے مفسرین کرام نے یہ استنباط فرمایا کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام پر بھی فضیلت
حاصل ہے کہ اسوۂ ابراہیمیؑ کے اتباع کا حکم آیا تو اس میں ایک استثناء شامل رکھا
گیا اور جہاں اسوۂ نبوی روحی فداہ کے اتباع کا حکم دیا گیا تو بلا استثناء

ارشاد ہوا: ۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ رسول اللہ کی ذات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے" یعنی ذات اقدس از ابتدا تا انتہا سراپا ہدایت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

تتمہ اسوۂ ابراہیمی خلاصہ ایں کہ اسوۂ ابراہیمی یہ تھا: ۔ ربنا علیک توکلنا الآیات۔ پروردگار ہمارے! ہمارا بھروسہ اور اعتماد کامل صرف آپ کی ذات پر ہے۔ ہم سب آپ ہی کی طرف رجوع ہیں اور آپ ہی کی طرف ہم کو لوٹ کر آنا ہے۔ پروردگار ہمارے! کافروں کے لئے ہم کو ذریعہ امتحان نہ ٹھہرایئے۔ یعنی اگر وہ غالب ہوں گے تو طعنہ دیتے رہیں گے کہ مسلمان حق پر ہوتے تو وہ اس طرح مغلوب نہ ہوتے نیز ایسا کہنے کا منافقین کو موقع مل جائیگا اور کیا عجب ہے کہ ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے دلوں میں بھی شبہات پیدا ہوں اور اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے۔ بے شک تو ہی زبردست، حکمت والا ہے"

عرض فقیر فقیر عرض کرتا ہے یہاں دو صفتیں بیان ہوئی ہیں: ۔ عزیز، اور حکیم۔ پہلی صفت کا اقتضاء یہ ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں غلبۂ ظاہری کفار کو نہ ہو۔ اور یہ مقابلہ قوم کا قوم کے ساتھ ہے۔ یعنی قوم مسلماناں پر من حیث القوم

کفار کو غلبہ نہ ہو۔ دوسری صفت کا اقتضا، غلبہ علم واستدلال کی طرف رہبری کرتا ہے۔ جہاں تک علم واستدلال کا تعلق ہے دلائل وبراہین اسلام اس طرح شائع ہو چکے ہیں کہ اس کے مقابل کسی قوم کی حجت چل نہیں سکتی۔ اور کسی دین و ملت کا استدلال، بمقابلۂ اسلام ٹھہر نہیں سکتا۔ یہود، نصاریٰ، مشرکین، مجوس سب ہی اسلامی دلائل وبراہین اور اصول وآئین کی برتری کو مان چکے ہیں اور فی زماننا ایک ایک قوم وملت، اصول وآئین اسلام سے خوشہ چینی کرتی جارہی ہے۔ کچھ عرصہ یہی سلسلہ جاری رہے تو وہ دن دور نہیں کہ اقوام عالم اسلامی پرچم کے تلے آجائیں۔ رہا غلبۂ ظاہری، وہ بھی من حیث القوم کفار کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی قوم کو کہیں ظاہری تسلط حاصل ہو۔ مگر مشاہدہ ہے کہ اسلامی اقتدار کسی ایک جگہ کم ہوا تو نصرت الٰہی سے دوسرے کئی مقامات پر اسلام کو سربلندی حاصل ہوتی جارہی ہے۔ اور یہ بھی ایک خوش آئند علامت غلبۂ اسلام ومسلمانان کی ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئیگا کہ سارا عالم کلمۃ الحق سے گونجتا رہیگا۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

ضرورت ہے کہ مسلمان اصلاح حال کی طرف متوجہ ہوں اور اسوۂ حسنہ کا اتباع کریں۔ واللہ الموفق۔

اسوۂ حسنہ کو چھوڑنے کا نتیجہ | جیسا کہ ارشاد باری ہے :۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ بے شک تمہارے لئے ان میں (ابراہیم اور آپ کی قوم میں) اچھی مثال ہے اس کیلئے جو اللہ اور یوم آخر کا یقین رکھتا ہے" جس مقام کے لوگوں میں یہ جوش اور جذبہ کارفرما رہیگا وہ اس مثال کا اتباع کرتے رہیں گے اور یہی اتباع وسیلہ کامیابی و سربلندی ہوگا ۔ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۔ اور جو کوئی اس اسوۂ حسنہ سے منہ پھیر لے اور کافروں سے یارانہ گانٹھنے کی فکر کیا کرے تو اللہ سبحانہ کی ذات اس سے اور ساری کائنات بے پرواہ ہے اس کا کچھ بگڑ نہیں سکتا ۔ وہ اپنا نقصان آپ کرلے گا اللہ کی ذات سب خوبیوں کی مالک ہے ۔

عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُم مِّنْهُم 60-7
مَّوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ امید ہے کہ کردے اللہ تم میں اور ان میں جن سے تم دشمنی کرتے ہو دوستی اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے" مطلب یہ کہ ترک موالات کا یہ حکم جو تم کو دیا جارہا ہے چند روزہ عارضی ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہو ۔

اللہ سبحانہ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ اس عداوت و بغضاء کو جو تمہارے رشتہ ناطہ والوں سے ہے مودت و محبت سے بدل دے اور جو آج تمہارے اور دین اسلام کے بدترین دشمن ہیں عنقریب جانی دوست بن جائیں۔ اللہ کو سب کچھ قدرت ہے اور جن لوگوں نے عجلت کرکے اس کے خلاف عمل کیا ہے وہ اپنے گناہ کی معافی مانگیں اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

شانِ نزول حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ نزلت فی تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابنتہ (ای ابی سفیان) امّ حبیبۃ فکانت ھذہ مودّۃ بینہ و بینہ۔ (ابن مردویہ) یہ آیہ کریمہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان کا نکاح کرادینے کے باب میں نازل ہوئی۔ یہی وہ مودّت و محبت تھی جس کا وعدہ فرمایا گیا تھا۔

حضور اکرم کا ام حبیبہؓ کے ساتھ نکاح ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام رملہ بنت ابی سفیان تھا۔ ابتداءً آپ کا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو یہ میاں بی بی بھی ان میں شامل تھے۔ وہاں ان کو ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام "حبیبہ" رکھا گیا اس وجہ سے رملہ کی کنیت "ام حبیبہ" رکھی گئی پھر عبیداللہ کا انتقال ہوا تو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی شاہ حبش کے توسط سے پیام روانہ فرمایا۔ چنانچہ خود حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں :۔ ما شعرت وانا بارض الحبشۃ الا وانا برسول النجاشی جاریۃ یقال لھا ابرھۃ کانت تقوم علی ثیابہ ودھنہ فاستأذنت علیّ فاذنت لھا فقالت انّ الملک یقول لک انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتب الیّ ان ازوّجکہ فقلت بشّرک اللہ بخیر وقالت یقول لک الملک وکّلی من یزوّجک فارسلت الی خالد بن سعید فوکّلتہ واعطیت ابرھۃ سوارین من فضّۃ کانتا علیّ وخواتیم فضّۃ کانت فی اصابعی سرورا بما بشّرتنی بہ ۔ (استیعاب) میں سرزمین حبشہ میں بے خبر تھی کہ یکایک نجاشی کی ایک خادمہ ابرہہ نامی آئی جو اس کے لباس اور تیل کی خدمت پر مامور تھی اور اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے اجازت دی۔ اس نے کہا' بادشاہ کا کہنا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے مجھے تحریر فرمایا ہے کہ حضور اکرمؐ سے آپ کا نکاح کرادوں۔ یہ سنتے ہی میں نے خادمہ سے کہا کہ اللہ تجھے بشارت خیر دے۔ خادمہ نے یہ بھی کہا کہ بادشاہ کا کہنا ہے کہ آپ کسی کو اپنا وکیل نکاح مقرر کریں۔ میں نے خالد بن سعید کو

اپنی وکالت دی اور ابرہہ خادمہ کو دو نقرئی کنگھن جن کو میں پہنی ہوئی تھی اور چند انگوٹھیاں جو میری انگلیوں میں تھیں اس بشارت کی مسرت میں دیدیں۔"

نجاشی کا خطبہ ایجاب شام کو نجاشی نے جعفرؓ بن ابی طالب اور ان کے ہمراہی تمام مسلمانوں کو دعوت دی اور یہ خطبہ پڑھا:۔ الحمد للّٰہ الملك القدّوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبّر اشهد ان لآ اله الاّ اللّٰه واشهد انّ محمدا رسول اللّٰه وانّه الّذی بشّر به عيسى بن مريم صلّى اللّٰه عليهم وسلّم امّا بعد فانّ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلّم كتب الیّ ان ازوّجه امّ حبيبة بنت ابی سفيان فاجبت الى ما دعا اليه رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وآله وسلّم وقد اصدقتها اربع مائة دينار ثمّ سكب الدنانير بين يدی القوم۔ سب تعریفیں اللہ کی ہیں جو بادشاہ ہے، پاک ذات ہے، سب عیبوں سے سالم ہے، امان دینے والا ہے، پناہ میں لینے والا ہے، زبردست دباؤ والا ہے، صاحب عظمت ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ وہی ہیں جن کی آمد آمد کی بشارت عیسٰیؑ بن مریمؑ نے دی

ان سب پیغمبروں پر اللہ کا درود اور سلام ہو۔ حمد و صلاۃ کے بعد معلوم ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ کا ازدواج ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے کرادوں۔ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعوت پر لبیک کہا اور چار سو اشرفی مہران کو ادا کرتا ہوں۔ پھر بادشاہ نے وہ اشرفیاں مجمع عام میں پیش کردیں۔" یہ خطبہ بطور ایجاب تھا

خالد بن سعید کا خطبۂ قبول اس کے بعد خالد بن سعید نے یہ خطبہ پڑھا جو وکیل نکاح تھے:۔ الحمد للہ احمدہ واستعینہ واشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ ارسلہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون اما بعد فقد اجبت الی ما دعا الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وزوجتہ ام حبیبۃ بنت ابی سفیان فبارک اللہ لرسولہ علیہ السلام ودفع النجاشی الدنانیر الی خالد بن سعید فقبضھا۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اسی کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے مدد کا خواستگار ہوں، اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی لائق پرستش نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔ اللہ نے ان کو

ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے اگرچہ مشرکین اس کو نہ چاہیں۔ بعد حمد و صلاۃ کے معلوم ہو کہ میں بھی اس دعوت پر لبیک کہتا ہوں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے اور میں نے آپ کا نکاح ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے کرادیا اللہ سبحانہ اس نکاح میں اپنے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کو برکت عطا فرمائے"۔ یہ جوابی خطبہ بطور قبول تھا اس طرح ایجاب وقبول کی تکمیل ہوئی اور نکاح پُر فلاح عمل میں آیا۔ پھر نجاشی نے وہ اشرفیاں خالد بن سعید کے حوالہ کیں۔ اور انھوں نے انکو اپنے قبضہ میں لے لیا"

ضیافت کا اہتمام ثمّ ارادوا ان یقوموا فقال اجلسوا فانّ سنّۃ الانبیاء اذا تزوّجوا ان یوکل لطعام علی التزوّج فدعا بطعام فاکلوا ثمّ تفرّقوا۔ پھر سب لوگ برخاست کرنے کو تھے تو بادشاہ نے کہا ذرا تشریف رکھیں، کیوں کہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت یہ ہے کہ نکاح کے موقع پر شادی کی ضیافت کی جاتی ہے۔ پھر اس نے کھانا منگوایا جس کو سب لوگوں نے کھایا پھر وہاں سے برخاست عمل میں آئی"۔

ام المومنینؓ کی رخصتی محمد بن طلحہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کفار قریش میں عدم اقدام کا جو معاہدہ ہوا تھا اس زمانہ میں خالد بن سعید اور عمرو بن العاص کی معیت میں حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم میں پہنچا دی گئیں۔ ارشاد باری عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عادیتم منھم مودۃ جو ہوا تھا جس میں وعدہ الٰہی تھا امید ہے کہ اللہ تمھارے اور ان لوگوں کے درمیان جو تمھارے دشمن ہیں محبت و مودت پیدا کر دے" یہ واقعہ اس کی تمہید تھی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ غزوات بدر، احد، خندق وغیرہ ختم ہو چکے تھے اور فتح مکہ کا زمانہ قریب تھا۔

ابوسفیان کا تاثر کہتے ہیں کہ اس واقعہ کی اطلاع جب اسلام اور مسلمانوں کے کٹر دشمن ابوسفیان کو ہوئی اور کفار قریش نے اس واقعہ سے اس کو آگاہ کیا تو جواب میں جو الفاظ اس کی زبان پر جاری ہوئے یہ تھے۔ کفو کریمؐ۔ برابر کے آدمی ہیں باعزت" یعنی اس ازدواج سے مجھے کوئی عار و ننگ نہیں پہنچ سکتا یہ ام ایک برابری والے باعزت کا ہوا ہے۔ اس جملہ سے مترشح ہوتا ہے کہ یہیں سے ابوسفیان کے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے۔ بالآخر فتح مکہ کے بعد تو سارا قریش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرچم تلے تھا۔ پھر یہی ابوسفیان جو دشمن اسلام اور

رئیس المشرکین تھا بعد کے غزوات حنین و طائف وغیرہ میں پیرانہ سالی کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ کے بعد بھی دین اسلام کے لئے مدۃ العمر کفار سے لڑتے رہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں :۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعمل ابا سفیان بن حرب علی بعض الیمن فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل فلقی ذا الخمار مرتدا فقاتله فکان اول من قاتل فی الردۃ وجاهد عن الدین۔ (ابن ابی حاتم) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیانؓ کو یمن کے کسی حصہ کا حاکم مقرر فرمادیا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف ہوئی تو مدینہ آنے لگے۔ ذوالخمار (قبیلہ) کو مرتد پایا تو ان سے جنگ کی اس اعتبار سے وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مرتدین سے قتال کیا اور دین کے لئے جہاد کیا۔"

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :۔ اول من قاتل اهل الردۃ علی اقامۃ دین اللہ ابو سفیان بن حرب وفیه نزلت هذه الآیۃ عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منهم مودۃ۔ اللہ کے دین کو قائم کرنے کیلئے اہل ردت سے سب سے پہلے جس نے جنگ کی وہ ابوسفیانؓ بن حرب تھے اور آیہ کریمہ

عسی اللہ ان یجعل انہیں کے باب میں نازل ہوئی "۔

حضرت سعید بن المسیب اپنے والد حضرت مسیبؓ بن حزن سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا:۔ خمدت الاصوات یوم الیرموك والمسلمون یقاتلون الروم الا صوت رجل یقول یا نصر اللہ اقترب یا نصر اللہ اقترب فرفعت رأسی انظر فاذا ابو سفیان بن حرب تحت رایۃ ابنہ یزید بن ابی سفیان (تہذیب التہذیب) جنگ یرموک میں عام طور پر خاموشی چھا گئی تھی مسلمانوں کی جنگ رومیوں سے ہو رہی تھی اس وقت صرف ایک شخص کی آواز آ رہی تھی جو للکار رہا تھا۔ نصرت اللہ! جلد آ۔ اے نصرت الٰہی! قریب ہو جا میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ ابو سفیانؓ بن حرب تھے جو اپنے فرزند یزید بن ابی سفیان کے جھنڈے نیچے لڑ رہے تھے "۔ ان ہی لڑائیوں میں ان کی ایک آنکھ کام آگئی اور تقریباً یہی حال تمام قریش کا تھا جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے۔

وعدۂ الٰہی کی تکمیل بہر حال اللہ سبحانہ نے جو وعدہ فرمایا تھا کہ ترک موالات کا حکم جو کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو دیا گیا ہے اگر وہ اس پر قائم رہیں تو وہ دن دور نہیں کہ آج جو مسلمانوں اور اسلام کے جانی دشمن ہیں کل دوست بن کر ان پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اس وعدہ کو اللہ سبحانہ نے

پورا کر دکھایا جس کے یہ چند نمونے تھے۔ آگے ارشاد ہو رہا ہے :۔

0-8 لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ

مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ

الْمُقْسِطِیْنَ ○ اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو لڑے نہیں تم سے دین پر

اور نکالا نہیں تم کو تمھارے گھروں سے کہ اُن سے کرو بھلائی اور انصاف کا

سلوک بے شک اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو۔"

ترک موالات کا حکم جو مسلمانوں کو دیا گیا تھا اگرچہ وہ عارضی تھا اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ عنقریب یہ حکم اٹھا لیا جائے گا اس بنا پر کہ کفار قریش کو مسلمان ہو جانے کی توفیق دیدی جائیگی۔ اور جب وہ مسلمان ہو جائیں گے تو سب آپس میں بھائی بھائی ہو جائیں گے اس وقت ترک موالات کی ضرورت نہ رہیگی لیکن ایسی صورت کے وقوع میں آنے تک راہ عمل کیا ہے یہ مسئلہ تشنہ تھا۔ نیز اس دوران میں حاطب رضؓ کا قصہ درپیش ہونے کی وجہ سے تمام مسلمان متردد تھے کہ بحالت موجودہ کیا عمل کیا جائے ؟ تو اللہ سبحانہ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ تمام کفار یکساں نہیں ہیں بعض وہ ہیں جنھوں نے مسلمانوں سے کبھی جنگ نہ کی اور نہ مسلمانوں کو انھوں نے

کبھی دق کیا۔ نہ وطن سے باہر نکالنے میں وہ معاند کفار کے ساتھ شریک ہوئے بلکہ مسالمت یعنی رواداری سے کام لیتے رہے تو ظاہر ہے کہ مسالم گروہ کا حکم معاند کفار کی طرح نہیں ہو سکتا اس لئے مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ اگر وہ اس حال میں مسلمانوں کے ہاں آجائیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک سے منع نہیں کرتا بلکہ اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ اگر کوئی کافر تمہارے ساتھ رواداری سے کام لیتا ہے تو مسلمانوں کے لئے بھی صلح و آشتی کا دروازہ بند نہیں ہے۔ یہ بھی ان کے ساتھ رواداری سے پیش آسکتے ہیں۔

شانِ نزول چنانچہ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں:۔ اتتنی امی راغبۃ وھی مشرکۃ فی عھد قریش اذ عاھدوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم أأصلھا فانزل اللہ لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین فقال نعم صلی امّك۔ (بخاری، ابن المنذر، نحاس، بیہقی) میری والدہ جو ہنوز حالت شرک میں تھیں مجھ سے ملنے کے لئے آئیں جب کہ قریش نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا تو میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اپنی والدہ کے ساتھ کیا صلہ رحمی کروں؟ تو

اس وقت آیہ کریمہ لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین نازل ہوئی۔ اور حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔"

آیہ لا ینھٰکم کی تفسیر

نیز اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ کے فرزند عبداللہؓ بن زبیر کی روایت میں ہے کہ وہ اپنے ساتھ کچھ تحائف بھی لائی تھیں۔ اسماء بنت ابی بکرؓ نے حضور انورؐ سے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ ایا وہ اپنی والدہ کا تحفہ قبول کر سکتی ہیں تو آپؐ نے اس کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ اور گھر میں بلا لانے کے لئے بھی فرمایا تھا۔" (طیالسی، امام احمدؒ، بزار، ابویعلیٰ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، نحاس، حاکم بروایت صحیحہ، بیہقی، ابن مردویہ) اس سے اسلامی اخلاق کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام اپنے متبعین کو صلۂ رحمی اور مکارم اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ کافر معاند اور مسالم یعنی محارب اور غیر محارب میں فرق سکھاتا ہے۔ رب کے ساتھ ایک ہی سلوک کی تعلیم نہیں دیتا۔ اور ظاہر ہے کہ عورت ذات نہ تو جنگ کے قابل ہے اور نہ اپنی اولاد کی جدائی چاہتی ہے تو مسلمان کو بھی اس سے زیادہ اخلاق و رواداری کا ثبوت عملاً دینا چاہیے تاکہ اسلامی اخلاق سے کفار و مشرکین روشناس ہوں۔ آگے ارشاد ہے:۔

60-9 اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ

مِنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ صرف تم کو منع فرماتا ہے اللہ ان سے جنھوں نے

تمھارے ساتھ دین کے باب میں جنگ کی اور نکالا تم کو تمھارے گھروں سے

اور مدد کی تم کو باہر نکال پھینکنے میں کہ تم ان سے دوستی جوڑو۔ اور جس کسی نے

ان جیسوں سے دوستی کی وہی ہیں گنہ گار۔"

آیۃ انما ینھٰکم کی تفسیر یعنی ان کفار سے دوستی جائز نہیں جو دین کے باب میں مسلمانوں سے برسرِ جنگ رہے۔ مسلمانوں کو ان کے وطن، گھر بار سے نکالا۔ نیز ان کافروں سے بھی دوستی جائز نہیں جنھوں نے دین کے باب میں مسلمانوں سے جنگ تو نہ کی لیکن مسلمانوں کو ان کے وطن اور گھر بار سے نکالنے میں شریک رہے اور نکالنے والوں کی مدد کرتے رہے۔ اگر کوئی مسلمان اس صریح ممانعت کے باوجود ان سے دوستی جوڑے تو وہ گنہگار ہے اور سنگین جرم کا ارتکاب کر رہا ہے۔

ایک نکتہ یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس آیہ کریمہ اور آیہ کریمہ سابقہ دونوں میں قتال سے عام لڑائی مراد نہیں بلکہ فی الدین ہونا ضروری ہے اگر دین کے بارے میں جنگ نہیں ہے تو کافر کے ساتھ بھی حسن سلوک شرعاً ممنوع نہ ہوگا

ان آیات سے مسائل کا استنباط فقہائے کرام نے یہاں سے یہ مسائل اخذ

فرمائے ہیں:۔ فیہا دلیل علی جواز التصدق علی اہل الذمۃ دون اہل الحرب وعلی وجوب النفقۃ للاب الذمی دون الحربی وعن العز بن عبد السلام انہ لا یفعل القیام لکافر لانا مامورون باہانتہ واظہار صغارہ فان خیف من شرہ ضرر عظیم جاز لان التلفظ بکلمۃ الکفر جائز للاکراہ فہذا اولی۔ (روح المعانی) اس آیہ کریمہ میں اہل ذمہ کو خیرات دینے کا جواز نکلتا ہے البتہ اہل حرب کو نہیں۔ نیز ذمی باپ کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہے حربی کا نہیں۔ اور علامہ عز بن عبد السلامؒ فرماتے ہیں کہ کسی کافر کے لئے قیام جائز نہیں (کیونکہ اس سے کافر کی تعظیم ہوتی ہے) اور ہم کو تو اس کی اہانت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی حقارت کا اظہار کرنا چاہئے۔ ہاں اگر عدم قیام سے ضرر عظیم کا اندیشہ ہو تو پھر قیام جائز ہے (کیونکہ یہ صورت مجبوری کی ہے) جبر و اکراہ کی حالت میں کلمہ کفر کا تلفظ جب جائز ہے تو قیام بدرجہ اولی جائز ہوگا۔“ علامہ ابن وہبان حنفیؒ فرماتے ہیں:۔

وللمیل او للمال یخدم کافر وللمیل للاسلام لو قام یغفر

کافر کو اپنی طرف مائل کرنے یا تحصیل مال (ملازمت وغیرہ کی خاطر) اس کی خدمت کی جا سکتی ہے۔ نیز اس کو مائل با سلام کرنے کے واسطے اگر کافر کے لئے

اُٹھ کھڑا ہو تو ایسا قیام معاف ہے" بہر حال تعظیماً نہ اٹھے۔ واللہ اعلم۔

60-10 يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْ
هُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْ
هُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ
مَّآ اَنْفَقُوْا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ
اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ
وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ○ اے ایمان والو! جب آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن
چھوڑ کر تو ان کو جانچ لو۔ اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو، پھر اگر جانو کہ
وہ ایمان پر ہیں تو مت پھیرو ان کو کافروں کی طرف، نہ یہ عورتیں حلال ہیں
ان کافروں کو، اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کو، اور دے دو ان کافروں کو
جو ان کا خرچ ہوا ہو۔ اور گناہ نہیں تم پر کہ نکاح کر لو ان عورتوں سے جب
ان کو ادا کرو ان کا مہر اور نہ رکھو اپنے قبضہ میں ناموس کافر عورتوں کے اور
تم مانگ لو جو تم نے خرچ کیا اور وہ کافر مانگ لیں جو انھوں نے خرچ کیا، یہ
اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ تم میں فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حکمت والا ہے۔"

آیات سابقہ سے ربط آیات سابقہ میں کافر حربی اور غیر حربی یعنی معاند اور مسالم کے احکام بیان ہوئے تھے یہاں سے عورتوں کے مخصوص احکام بیان ہو رہے ہیں جو مسلمان ہونے کے باوجود دارالحرب میں مقیم رہیں۔ یا دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرکے آئیں۔ نیز ان عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جو مسلمان نہیں مگر دارالاسلام میں ہیں مسلمانوں کے گھروں میں۔ کیونکہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کا نکاح کافروں کے ساتھ بلا امتیاز جاری تھا۔

شان نزول صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ من اتی محمدا من قریش بغیر اذن ولیہ ردہ علیہ ومن جاء قریشا من محمد لم یردہ علیہ قریش کا کوئی شخص ان کی بلا اجازت حضرت محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاں آجائے تو آپ اس کو واپس فرما دیں گے اور جو کوئی یہاں سے قریش کے پاس چلا جائے تو وہ اس کو واپس نہ کریں گے۔" مگر کہتے ہیں کہ یہ شرط مردوں کی حد تک تھی۔ عورتیں اس میں داخل نہ تھیں۔ چنانچہ چند عورتیں، صلح کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں تو آپ نے ان کو واپس نہیں فرمایا اور نہ کفار مکہ نے ان کو واپس طلب کیا۔

اگر کسی کا مطالبہ بھی کیا گیا اور آپ نے اس کو نہ بھیجا تو قریش نے اس پر اصرار بھی نہ کیا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا مسئلہ مسکوت عنہا تھا۔ نیز یوں بھی جو مراعات قریش کو دی گئی تھی اگر مردوں کی حد تک محدود بھی رکھی جائے تو وہ بہت بڑی رعایت تھی عورتوں کے باب میں بھی اس کی توسیع پر آپ نے کوئی صراحت نہیں فرمائی تھی اس لئے کہ عورتوں کا معاملہ جداگانہ نوعیت کا حامل تھا اور اسی وجہ سے قریش نے بھی اس پر زور نہ دیا ورنہ عہد باقی نہ رہتا۔ الغرض صلح کے بعد مکہ سے عورتوں کی آمد جانب مدینہ شروع ہوئی تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ احکام صادر فرمائے :—

مومنات مہاجرات کے احکام | سب سے پیشتر ان عورتوں کا بیان ہے جو ایمان لاچکی ہیں اور دارالحرب کی سکونت کو خیرباد کہہ کے دارالاسلام کی طرف ہجرت کر آئی ہیں کہ اولاً اس کی جانچ کرلی جائے کہ ان کا بیان (کہ وہ ایمان لائی ہیں اور ہجرت کی ہے) کہاں تک درست ہے۔ اور یہاں دارالاسلام آنے کا مقصد کیا ہے؟ چونکہ اس آیہ کریمہ میں امتحان کا حکم ہو رہا ہے اسی بنا پر اس سورت کا نام "ممتحنۃ" رکھا گیا ہے۔

مومنات مہاجرات کا امتحان | حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں :—

کانت المرأۃ اذا جاءت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلفھا عمر رضی اللہ تعالی عنہ باللہ ما خرجت رغبۃ بارض عن ارض وباللہ ما خرجت من بغض زوج وباللہ ما خرجت التماس دنیا وباللہ ما خرجت الا حبا للہ ورسولہ۔ (ابن المنذر، طبرانی، ابن مردویہ وغیرہم) کوئی عورت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتی تو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار امور کے ذریعہ اس کا امتحان فرماتے۔ ایک یہ کہ اللہ کی قسم! کہ ایک سرزمین سے ناراض ہوکر دوسری سرزمین میں داخل ہوتا اس کی مراد نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ کی قسم! کہ وہ شوہر سے ناراض ہوکر نہیں آئی ہے۔ تیسرا یہ کہ اللہ کی قسم! کہ اس کے نکلنے کا مقصد دنیا طلبی نہیں ہے۔ چوتھا یہ کہ اللہ قسم! اس کے نکل آنے کا مقصد محبت خدا و رسول کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔" مطلب یہ ہوا کہ اگر وہ ان چاروں سوالات کا جواب تشفی بخش ادا کرتی اور حلفیہ بیان دے دیتی تو اس کو یہاں ٹھہر جانے کی اجازت دی جاتی والا فلا۔

ممتحن حضرت عمرؓ تھے حضرت ابن عباسؓ یہ بھی فرماتے ہیں:۔ کانت محنۃ النساء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر عمر بن الخطاب

فقال قل لھن ان رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام بایعکن۔ عورتوں کا امتحان مذکور الصدر طریق پر ہوتا جب ان کی طرف سے اطمینان حاصل ہو جاتا تو آپ حضرت عمرؓ بن خطاب کو مامور فرماتے کہ ان عورتوں سے کہہ دیں کہ آپ نے ان سے بیعت فرمالی ہے"۔ یہ بیعت کس طریقہ سے ہوتی تھی اس کا بیان اس کے بعد کی آیہ کریمہ میں آرہا ہے۔ اس کا انتظار کیا جائے۔

مومنہ کسی کافر کے تحت نہیں رہ سکتی

اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِہِنَّ۔ یعنی تم ان کا امتحان کرلو۔ اللہ سبحانہ کو ان کے ایمان کا حال خوب معلوم ہے کہ کس کا بیان درست ہے اور کس کا کیا حال ہے؟ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ لَاھُنَّ حِلٌّ لَّھُمْ وَلَاھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ۔ اگر تم کو وہ صاحب ایمان معلوم ہو جائیں تو ان کو کافروں کے پاس نہ لوٹادو۔ نہ یہ ایمان دار عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہوسکتی ہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ٹھہر سکتے"۔ کسی مسلمان عورت کو کافروں کے حوالہ کر دیا جائے گا تو وہ مدۃ العمر مبتلائے حرام رہیگی اور اس کی اولاد بھی حلال اولاد نہ ہوگی۔ نیز یہ بھی اندیشہ ہے کہ اس کا ایمان بھی جاتا رہے۔ تو دیدہ ودانستہ ایسا نہ کیا جائے۔ ابتدائے اسلام میں اگر ایسی مخلوط شادیاں ہوتی تھیں تو

اس وقت خاص احکام نہیں آئے تھے۔ اب جب کہ دین اسلام قوی ہو چکا۔
دین کامل ہوا۔ پوری پوری نعمتیں مسلمانوں پر نازل ہو چکیں اور صاف و صریح
احکام و قوانین مدون و نافذ ہو چکے تو سابقہ احوال کا لحاظ نہیں رکھا جائیگا۔

مخلوط شادیوں پر ایک نظر فی زماننا دنیوی سلطنتیں اپنے سیاسی مقاصد
کے پیش نظر مخلوط شادیوں کے قوانین مدون و نافذ کر رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ کا
حکم صاف صاف ہے:۔ لاھنّ حلٌّ لھم و لاھم یحلّون لھنّ۔ نہ تو مسلمان
عورتیں، کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ کافر مرد، مسلمان عورتوں کے لئے حلال
ہو سکتے ہیں"۔ اسی طرح مسلمان مردوں کا نکاح، کافر عورتوں سے نہیں ہو سکتا۔ صرف
اہل کتاب (یہود و نصاری) کی لڑکیوں سے مسلمان مرد نکاح کر سکتے ہیں، مگر
مشرکین، مجوس، دہریوں وغیرہ کی لڑکیوں سے مسلمانوں کا نکاح جائز نہیں۔
لہذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ ناجائز نکاح سے محترز رہیں اور اپنی نسل ضائع
نہ کریں۔ کافر عورتوں سے جب نکاح جائز نہیں تو ان سے جو اولاد ہو گی وہ
صحیح النسب اولاد نہ ہو گی نہ وہ میراث کی مستحق ہو گی اگرچہ یہ اولاد دین اسلام پر
قائم ہو۔ اور اگر وہ کفر اختیار کریں تو اس میں اعانت کفار ہو گی یہ بھی حرام
ہے۔ فالحذر الحذر۔

کافر شوہر کا دیا ہوا مہر واپس کر دیا جائے	وَآتُوهُمْ مَّا أَنفَقُوا ۔ یہ عورتیں جو دار الحرب سے دار الاسلام میں آئی ہوں اگر مسلمان ہو جائیں اور

حالت کفر میں ان کا بیاہ کسی کافر سے ہو چکا تھا تو کافر شوہر نے جو مہر ان عورتوں کو دیا تھا اس کو دار الاسلام سے ادا کر دیا جائے۔ یعنی بیت المال سے بعض فقہا کا کہنا ہے کہ یہ حکم استحباب کے طور پر ہے واجب نہیں ہے مگر جمہور فقہا کے نزدیک یہ حکم وجوباً ہے۔ واللہ اعلم۔

مومنات مہاجرات سے نکاح کی اجازت	وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۔ اور تم پر کوئی

گناہ نہیں کہ تم ایسی مسلمان عورتوں سے نکاح کر لو جب کہ تم نے ان کا مہر انکو ادا کیا ہو۔ اگر کوئی شخص مہر ادا تو نہ کرے لیکن اس کی ادائی اپنے ذمہ لے لے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ایسی عورتوں پر عدت بھی واجب نہیں۔ دار الاسلام میں داخل ہونے کے بعد ہی ان کا امتحان لے کر بموجب طریقہ بالا اطمینان ہو جائے تو فوراً بلا انتظار مرورِ عدت ان سے نکاح کر لیا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ اختلاف دین اور اختلاف دار کے باعث سابقہ نکاح کالعدم قرار پاتا ہے۔ جب نکاح سابق برخاست ہو چکا تو ان سے نکاح ثانی میں

کوئی امر مانع نہیں رہا۔ اور اگر وہ عورتیں شادی شدہ نہ ہوں تو ان سے نکاح بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔

کافر عورت مسلمان کے ہاں نہ رہے | وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔

اگر وہ عورتیں کافر ہوں مسلمان نہ ہوئی ہوں تو ان کو اپنے پاس روک نہ رکھو بلکہ کافروں کی طرف لوٹا دو۔ کیوں کہ وہ تمھارے کام کی نہیں ہیں جیسا کہ اوپر تفصیل کے ساتھ بتا دیا گیا ہے۔ نیز اگر تمھارا نکاح سابق میں بحالت کفر یا ابتدائے اسلام میں کسی کافرہ کے ساتھ ہوا تھا۔ اب تم بفضل خدا مسلمان ہو چکے لیکن تمھاری زوجہ کفر پر قائم ہے تو اب اس کو اپنی عصمت میں روک نہ رکھو۔ ان کو ترک کر دو۔ مسلمان کے نکاح میں کافرہ نہیں رہ سکتی۔ مضیٰ ما مضیٰ۔

کافرات کو دیا ہوا مہر واپس لے لیا جائے | وَاسْئَلُوا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوا مَآ اَنْفَقُوْا

تم نے اے مسلمانو! ان کافرات پر جو کچھ خرچ کیا ہے یعنی جو مہر ان کو ادا کیا ہے وہ ان کافروں سے مانگ لو۔ اسی طرح ان کو بھی چاہیئے کہ انھوں نے ان مسلمان عورتوں پر جو خرچ کیا تھا یعنی حالت کفر میں جو نکاح کافر مرد اور کافرہ عورت میں ہوا تھا بعد کو عورت مسلمان ہو کر مسلمانوں سے جا ملی تو جو مہر کافر شوہر نے اس کو ادا کیا تھا اب وہ تم مسلمانوں سے مانگ لے۔

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔	اسلام کی انصاف پسندی

یہ اللہ کا حکم ہے جو تم سب کو مشترک طور پر دیا ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے یعنی کہ جو حکم بھی دیا اپنے علم کامل کے اقتضاء کے مطابق دیا اور حکیمانہ طریق سے صادر فرمایا۔ اس کی تعمیل ہی سب کے لئے یعنی مسلمانوں اور کافروں ہر دو فریق کے لئے ٹھیک ہے۔ پس اس کی تعمیل فریقین کے لئے سود مند ہے۔

قرآنی احکام پر مسلمان تو دل وجان سے عمل پیرا ہوتے اور	کفار کا اعتراف

تعمیل حکم الٰہی کی سعادت حاصل کرتے تھے مگر کفار ایسے مشترک احکام کی تعمیل سے گریز کرتے تھے۔ مگر جب یہ حکم کافروں کو سنایا گیا تو بے ساختہ بول اٹھے:۔۔۔۔

ھذا النصف (سعید بن منصور، ابن المنذر) یہ بالکل منصفانہ بات ہے" گویا اس حکم کو کافروں نے بھی قبول و منظور کیا۔ حالانکہ جملہ احکام الٰہیہ کی شان یہی ہے مگر تاریکی کفر جو ان کی آنکھوں اور دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہے اس کی وجہ سے دیگر احکام کی واجبیت ان کو معلوم نہ ہو سکی۔ یہاں چونکہ مال کے دینے لینے کی بحث تھی اس لئے قبول و منظور کئے بغیر نہ بنی ع والفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ مثل مشہور ہے:۔ جادو وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے" کفار کو بھی اعتراف کرنا پڑا۔ یہ احکام معاہدین کے تھے۔ غیر معاہد

اشخاص کے احکام آگے آرہے ہیں۔

غیر معاہد اشخاص کے احکام ارشاد باری ہے:۔ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ "اور اگر جاتی رہیں تمہارے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف پھر تمہاری باری آئے تو دیدو ان کو جن کی عورتیں جاتی رہی ہیں جتنا انھوں نے خرچ کیا اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم کو یقین ہے"۔

انکار کفار کا ردعمل ہوا یہ کہ اوپر کی آیۂ کریمہ میں جو احکام ارشاد ہوئے تھے ان کے مطابق مسلمانوں نے تو مہر ان عورتوں کے جو مکہ سے مدینے آگئی تھیں کفار مکہ کو بھجوادئے تاکہ ان کے خرچ کئے مال کی تلافی ہوجائے مگر ان عورتوں کا مہر جو مدینے سے مکہ کو چلی گئی تھیں اور جن کا مہر مسلمان شوہر نے ادا کیا تھا کافروں نے مسلمانوں کو ادا نہیں کیا جس میں محض کافروں کی شرارت تھی۔ تو اس وقت یہ حکم آیا کہ ایسی صورتوں میں آئندہ جو عورتیں مکہ سے مدینے آئیں تو ان کے مہر کو بجائے کافروں کے پاس بھجوانے کے اس مسلمان کو دیدیا جائے جس کا دیا ہوا مہر کافروں نے روک رکھا ہے مگر اس مسلمان کو اتنا ہی دیا جائے

جتنا اس نے خرچ کیا تھا۔ اگر کچھ بچ رہے تو وہ بقیہ حصہ کافروں کے پاس بھیج دیا جائے۔

تعلیمات اسلامی کی پاکیزگی سبحان اللہ! مقدس دین اسلام کی کیسی منصفانہ پاکیزہ تعلیم ہے کہ کسی مسلمان کا نقصان بھی نہ ہو اور کسی کافر کا حق بھی مسلمانوں کے دوش پر نہ رہے۔ نیز اس کا موقع ملنے تک مسلمان کو جو انتظار و صبر کرنا پڑتا ہے اس کا اجر بھی مسلمان کو ملے۔ دوسری طرف مسلمان کی زحمت انتظار کو وان فاتکم شیئی فرما کر مسلمان کو فراخ حوصلہ اور عالی ہمت بننے کی تدبیر فرمائی گئی کہ تمھارا دیا ہوا مہر جو ایک شئی حقیر ہے کافروں نے بچا مارا تو اس سے تمھارا کیا بگڑ سکیگا ذرا صبر و انتظار کرو تو ایسی صورتیں آئندہ پھر پیش آئینگی کہ کافروں کی عورتیں مسلمان ہو کر مکہ سے ہجرت کرکے مدینے آئینگی اور ان کا نکاح بعد امتحان مسلمانوں سے ہوگا تو مسلمان شوہر ان کا مہر ان کے شوہر سابق جو کافر تھا اس کو ادا کرنے کے بجائے اس مسلمان کو ادا کردے گا جو زحمت انتظار برداشت کر رہا ہے۔ یا ان سے کبھی جہاد کی نوبت آئے اور غنیمت ہاتھ لگے تو اس سے ان مسلمانوں کو ان کا دیا ہوا مہر دے دیا جائے۔

صرف چھ عورتیں مرتد ہوئی تھیں | زمخشری لکھتے ہیں: ــ وقیل جمیع
من لحق بالمشرکین من نساء المومنین المهاجرین راجعة
عن الاسلام ست نسوة ..... فاعطاهم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مهور نسائهم من الغنیمة۔ (کشاف) کہتے ہیں کہ مہاجرین
مومنین کی عورتیں جو مرتد ہو کر مکہ کو چلی گئی تھیں وہ کل چھ تھیں (ان کو مسلمان
شوہروں نے جو مہر ادا کر دیا تھا) ہر ایک کا پورا مہر حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے مال غنیمت سے ان کے مسلمان شوہروں کو ادا فرما دیا۔"

بہر حال ان آیات مبارکہ کی تعمیل پوری پوری مسلمانوں نے کی مگر کافر
شرارت کرتے رہے بالآخر ان احکام کے منصفانہ ہونے کا اقرار ان کو بھی
کرنا پڑا جیسا کہ سابقہ آیہ کریمہ میں صراحت کی گئی۔ وللہ الحمد۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ
أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا
يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ
أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ
فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اے نبی! جب آئیں آپ کے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں اور طوفان نہ لائیں باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں اور آپ کی نافرمانی نہ کریں کسی بھلے کام میں تو ان کو بیعت کر لیجئے اور معافی مانگئے ان کے واسطے اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

یہ خطاب تعظیم و تشریف ہے خطاب تخصیص نہیں

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یا ایھا النبی کا خطاب اس موقع پر خطاب تعظیم و تشریف ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شرف کا اظہار فرمانا نیز جو احکام بیعت اس کے ساتھ دیئے جا رہے ہیں ان کی اہمیت جتانا منظور ہے۔ یہ مقصود نہیں کہ بیعت لینا صرف ذات اقدس کے ساتھ مخصوص تھا اور دوسروں کو اس کا حق نہیں بلکہ آپ کے بعد یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہیگا۔ بلکہ عہد مبارک نبوی میں بھی آپ کی اجازت اور حکم سے صحابہ کرام نے بھی نیابتہً بیعت لی ہے۔ بیعت کیا ہے اور کن کن امور پر لی جاتی رہی ہے اس کا مفصل بیان سورہ فتح کی آیہ کریمہ ان الذین یبایعونك کی تفسیر میں حضرت سید الشیوخ علیہ الرحمۃ

فرما چکے ہیں۔ جو بیعت رجال سے متعلق تھی اور یہ آیۂ کریمہ بیعت نسواں سے متعلق ہے

عورتوں سے بیعت لسانی حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: — واللہ ما مسّت یدہ ید امرأۃ قطّ فی المبایعۃ ما بایعھنّ الّا بقولہ قد بایعتکِ علی ذٰلکِ۔ (عبدالرزاق، عبد بن حمید، بخاری، ابن ماجہ، ابن المنذر، ابن مردویہ) اللہ کی قسم ہے کہ حضور کا دست مبارک کسی عورت کے ہاتھ سے بیعت کے وقت کبھی نہیں چھوا۔ صرف یہ فرما دیتے تھے کہ میں نے اس امر پر تیری بیعت قبول کی۔"

مضمون بالا کی تائید اُمیمہ بنت رقیقہ رضی کی بیعت کے موقع پر جب کہ آپ نے ان سے مصافحہ نہیں فرمایا تو انھوں نے عرض کیا: — یا رسول اللہ الا تصافحنا؟ یا رسول اللہ کیا آپ ہم سے مصافحہ نہیں فرماتے؟ جواب میں فرمایا انّی لا اصافح النسآء انما قولی لمائۃ امرأۃ کقولی لامرأۃ واحدۃ۔ (عبدالرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن سعد، امام احمد، ترمذی بروایت صحیح، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ) میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا ہوں سنو! عورتوں سے بھی میرا قول ایسا ہی ہے جیسا ایک عورت کے مقابلہ میں۔" اس حدیث شریف سے حدیث بالا کی تائید ہوتی ہے۔ اسی مضمون کی اور احادیث شریفہ بھی ہیں۔

یہ عام عادت شریفہ تھی۔

انصاری خواتین کی بیعت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرمؐ مدینے تشریف لائے تو انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع ہونے کے لئے فرمایا اور انکے پاس عمرؓ بن خطاب کو بھیجا، انھوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا کہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرستادہ ہوں تاکہ تم سب سے بیعت لوں پھر آیہ کریمہ اذا جاءك المومنات پوری سنا کر دریافت کیا کہ تم سب ان شروط پر بیعت ہوتی ہو تو ہم نے اس کا اقرار کیا۔ فمدّ یدہ من خارج البیت ومددنا ایدینا من داخل البیت۔ (امام احمد، ابن سعد، ابوداؤد، ابویعلی، عبد بن حمید، ابن مردویہ، بیہقی) پھر عمرؓ نے گھر کے باہر ہی سے اپنا ہاتھ دراز کیا اور ہم نے گھر کے اندر سے اپنے ہاتھ بڑھائے " گویا اس طرح عورتوں کی بیعت ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیعت کے وقت مسّ ید ناجائز نہیں ہے یہ صرف بیان جواز ہے مگر احتیاط اولی ہے۔

کپڑا حائل کرکے بیعت لینا امام شعبیؒ فرماتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبایع النساء ووضع علی یدہ ثوبا۔ (سعید بن منصور ابن سعد) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے تو دست شریفہ پر

کپڑا ڈال لیتے"۔ تاکہ مس ید کی نوبت نہ آئے۔ کپڑا درمیان حائل رہے۔ نیز یہ بھی مروی ہے:۔ انّہ علیہ السلام بایعھنّ وبلین یدیہ وایدیھنّ ثوب قطری یاخذ بطرف منہ ویاخذن بالطرف الآخر توقّیا عن مساس ایدی الاجنبیات۔ (روح البیان وروح المعانی) حضور انور علیہ الصلاۃ والسلام عورتوں کی بیعت لیتے تو اپنے اور ان کے ہاتھوں کے درمیان ایک دھاری دار کپڑا ہوتا۔ جس کا ایک سرا دست مبارک میں ہوتا اور دوسرا ان کے ہاتھوں میں تاکہ اجنبی عورتوں کے ہاتھ کو مس کرنے سے احتراز ہو"

پانی کے برتن میں ہاتھ ڈال کر بیعت لینا عمرو بن شعیب اپنے والد اور جد امجد سے روایت کرتے ہیں:۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بایع النساء دعا بقدح من ماء فغمس یدہ فیہ ثم یغمسن ایدیھنّ فکانت ھذہ بیعۃ۔ (ابن سعد، ابن مردویہ) جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کی بیعت لیتے تو ایک برتن (لگن وغیرہ) پانی بھرا ہوا منگوا کر اس میں دست اقدس کو ڈبا دیتے پھر عورتیں بھی اس میں اپنے ہاتھ ڈبو دیتیں، بس یہی آپ کی بیعت کا طریقہ تھا"۔ غرض یہ مختلف صورتیں بیعت نسواں کی تھیں جو بحمد للہ آج تک معمول بہا ہیں۔ حالات کے اعتبار سے مناسب صورت

اختیار کی جا سکتی ہے موسم گرم ہو تو پانی میں ہاتھ ڈبا کر اور سرد ہو تو رومال وغیرہ کے ذریعہ اجانب ہوں تو صرف قول کے ذریعہ اور زوجہ یا محارم یا پیرانہ سال ضعیفہ ہوں تو مصافحہ سے مگر فی زماننا مصافحہ سے احتراز ہی مناسب تر ہے لفساد الزمان الامان الامان۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارک ہی اولیٰ و افضل اور اتباع اسوہ حسنہ ہی اعلیٰ و اکمل ہے جو زمان و مکان کی ہر قید سے آزاد اور بہر حال باعث نجات ہے۔

شروط بیعت (۱) لَا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔ نہ شریک ٹھہرائیں اللہ سبحانہ کے ساتھ کسی چیز کو" یہی وجہ ہے کہ شیخ وقت بیعت ہونے والے مرید کو ابتداءً کلمہ طیبہ اور کلمۂ شہادت کی تلقین فرماتے ہیں تاکہ مرید کا ایمان تازہ ہو۔ ایمان ہی تمام اعمال کی اصل اصول ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں "شرک" سے "شرک اکبر" مراد ہے یعنی کسی کو اللہ سبحانہ کا ہمسر اور برابر نہ سمجھیں یہ بیعتِ اسلام کے لئے ضروری ہے بغیر اس کے بیعت درست نہیں ہو سکتی۔

بیعت نسواں بعد فتح مکہ اور ہندؓ کی بیعت احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ فتح مکہ کے روز حضور انور صلوات اللہ و سلامہ علیہ وآلہ مردوں کی بیعت سے فارغ ہو کر جب مکہ کی عورتوں سے بیعت لے رہے تھے تو صفا پر

رونق افروز ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ نیچے کھڑے آپ کی طرف سے بیعت لینے لگے۔ پانی بھرا ہوا ایک برتن لایا گیا اس میں آپ نے دست مبارک ڈال دیا اور بیعت ہونے والی عورتیں بھی اس میں اپنے ہاتھ ڈالتی گئیں اتنے میں ہند بنت عتبہ جو ابو سفیان کی زوجہ تھی جس نے عم رسول اللہ سیدنا حمزہؓ کی نعشِ مبارک کے ساتھ غزوۂ احد میں گستاخی کی تھی نقاب ڈالی ہوئی اور اپنی ہیئت بدل کردہ بھی حاضر ہوئی۔ جب لا یشرکن باللہ شیئا کی شرط پیش کیگئی تو ہند نے کہا:۔ وکیف نطمع ان یقبل منّا ما لم یقبلہ من الرجال جس شرک کو آپ نے مردوں کے لئے قبول نہیں فرمایا تو ہم عورتوں کے حق میں قبول فرمانے کی ہم کیوں کر امید کرسکتی ہیں؟ یعنی یہ تو کھلی ہوئی بات ہے۔ اور یہ بھی کہا واللہ لقد عبدنا الاصنام۔ خدا کی قسم! ہم اب تک بتوں کو پوجتے رہے " یعنی آئندہ ایسا نہ کرینگی۔ جس سے ظاہر ہوا کہ یہاں شرک سے شرک اکبر مراد ہے۔

بیعت تقویٰ میں شرک کے معنی فی زمانا مسلمان عورتوں سے جو بیعت اصحاب طریقت لیتے ہیں وہ بیعت تقویٰ ہے۔ اس اعتبار سے یہاں شرک سے مراد نہ صرف شرک اکبر یعنی بت پرستی سے توبہ بلکہ شرک اصغر یعنی ریا کاری وغیرہ سے بھی توبہ مراد ہوگی اور ہر کام جہاں تک ہوسکے خالصاً لوجہ اللہ کرنیکا عہد

مراد ہوگا۔ دکھاوے سناوے، شہرت و نام و نمود کے لئے نہیں۔ حبِّ دنیا، اور
اور اس کی خواہشات و لذات، اس کی آرائش و زیبائش، فضولیات اور زخرفات
سب سے توبہ کرکے تا امکان ان لغویات کو ترک کرنے کا عہد کیا جاتا ہے۔
اور رفتہ رفتہ ایک ایک عادت بد چھڑائی جاتی اور اس کی جگہ نیکی کی تعلیم
دی جاتی ہے وہو المطلوب۔

شرط دوم لَا یَسْرِقْنَ (۲) وَلَا یَسْرِقْنَ۔ اور چوری نہیں کرینگی"
یعنی غیر کے محفوظ مال کو چپکے سے نہیں لینگی۔ یہاں سے کبیرہ گناہوں کو چھوڑنے
اور ان سے محترز رہنے کا بیان ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ چوری کرنا بڑا گناہ ہے۔
معاشرہ پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ شرع شریف میں اس کی سزا ہاتھ
کاٹ ڈالنے کی مقرر ہے۔ جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ نیز سید عالم
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چور پر لعنت فرمائی ہے کہ چور اللہ سبحانہ کی رحمت سے
دور رہتا ہے۔ راندۂ درگاہ کو قرب میسر نہیں ہو سکتا۔

بیعت تقویٰ میں سرقہ کا مفہوم بیعت تقویٰ میں غصب، (کسی کا مال جو
اپنے پاس ہو اس کو دبا لینا غصب ہے) خیانت، (کسی کی امانت لے لینا یا اس میں سے
کچھ بلا اجازت اپنے صرف میں لاتا یا نکال لینا) وغیرہ صورتیں بھی اسی میں داخل ہونگی

اگرچہ غاصب اور خائن کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا لیکن قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں ان کی بہت مذمت وارد ہوئی ہے۔ اللھم احفظنا۔

شرط دوم پر ہند کا اعتراف واعتذار کہتے ہیں کہ وَلَا یَسْرِقْنَ کی شرط دوم جب پیش کیگئی تو ہند بنت عتبہ نے عرض کیا:— انّ اباسفیان رجل شحیح وانّی اصبت من مالہ ھنات فما ادری ایحلّ لی امر لا۔ ابوسفیان ایک حریص اور بخیل شخص ہے میں نے موقع بموقع ان کا کچھ مال لے لیا ہے میں نہیں جانتی کہ ایسا عمل میرے لئے درست تھا یا نہیں؟ ابوسفیان نے کہا ما اصبتِ من شیئٍ فیما مضی وفیما غبر فھو لکِ حلال۔ تم نے جو کچھ لے لیا ہے زمانہ گزشتہ میں یا آئندہ لوگی وہ سب تمھارے لئے حلال ہے یعنی میں نے بخش دیا۔" یہ سن کر آنحضرتؐ تبسم ہوئے۔ دوسری روایات میں ہے کہ حضور انور صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ نے فرمایا:— خذی مایکفیکِ ولولدکِ۔ اتنا لے سکتی ہو جو تم کو اور تمھارے بچوں کو کفایت کر سکے۔" یعنی زاید از حاجت نہ لینا۔ اسی سے فقہاء کرام نے یہ مسئلہ استنباط فرمایا کہ شوہر نادہند ہو تو بی بی ضروری اخراجات کے لئے بقدر حاجت اس کا مال اس کے بلا اجازت لے سکتی ہے۔

ہند کو معافی اس گفتگو سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہچان گئے کہ یہ

ابوسفیان کی بی بی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا:۔ وانك لھند بنت عتبة۔ کیا تم ہند بنت عتبہ ہو؟ اس نے عرض کیا:۔ لغم فاعف عما سلف یا نبی اللہ عفا اللہ عنك۔ ہاں (میں وہی ہوں) اے اللہ کے پیارے نبی! گزشتہ باتوں سے درگزر فرمائیے۔ اللہ سبحانہ آپ سے درگزر فرمائے خُلق مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معافی مرحمت فرمائی۔

تیسری شرط وَلَا یَزْنِیْنَ | (۳) پھر آپ نے تیسری شرط پیش فرمائی۔

وَلَا یَزْنِیْنَ۔ اور بدکاری نہ کریں۔ بدکاری معاشرہ کا بدترین جرم ہے اس سے خاندان اور نسلیں برباد ہوتی ہیں۔ وبا پھوٹ پڑتی ہے۔ آپس میں حقارت اور دشمنی پھیلتی ہے۔ خود زناکار اقسام کے امراض خبیثہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آخرت میں ان کو سخت عذاب ہوگا اور زانی کی محشر میں بڑی رسوائی ہوگی۔ ان کی شرم گاہوں کی بدبو اور تعفن سے اہل محشر نفرت کریں گے اللہ سبحانہ کی لعنت اور پھٹکار جدا ہے۔ دنیا میں اس کی سزا ان بیاہوں کے لئے مجمع عام میں (۱۰۰) کوڑے اور بیاہ شدہ کے لئے سنگسار ہے۔ یعنی زانی اور زانیہ کو پتھروں سے اتنا ماریں کہ وہ مرجائیں۔ سورۂ نور میں حضرت سیدالشیوخ قدس سرہ العزیز کے قلم فیض رقم سے تفسیر گزرچکی ہے۔

شرط سوم پر ہندؓ کا اظہار تعجب

جب یہ شرط سنائی گئی کہ عورتیں زنا نہ کریں تو ہند بنت عتبہ نے کمال تعجب سے کہا:- او تزنی الحرّۃ۔ بھلا کوئی شریف عورت بھی زنا کرتی ہے؟ کہتے ہیں کہ اس اجتماع میں جس قدر عورتیں تھیں ان میں کوئی بھی ایسی نہ تھی جس نے ایسے فعل بد کی طرف کبھی رخ کیا ہو۔ ہندؓ نے یہ بھی کہا:- لقد کنّا نستحیی من ذلك فی الجاهلیة فکیف بالاسلام۔ ہم جاہلیت میں اس کو شرمناک سمجھتی تھیں تو پھر اسلام میں یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ اس موقع پر حضرت سیدنا عمرؓ سے بے ساختہ یہ جملہ نکل آیا:- لو کان قلب نساء العرب علی قلب هند ما زنت امرأۃ قط۔ اگر عرب کی عورتوں کا دل ہندؓ کے دل کی طرح ہوتا تو کوئی عورت کبھی زنا کا رخ تک نہ کرتی۔"

شرط چہارم وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ

(۴) پھر چوتھی شرط سنائی گئی:- وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ۔ اور اپنے بچوں کو نہ مار ڈالیں" یہ شرط سابق کی ایک توضیح ہے کہ بدکاری کے سلسلہ میں کبھی استقرار حمل ہو جاتا ہے۔ اور پوشیدہ غلط کاری کا افشاء اس صورت میں ہونے لگتا ہے۔ یہ قدرت کی سزا ہے مگر بڑے پاپی اس پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کر کے دوہرے گناہ کے مرتکب ہونا چاہتے ہیں

اور اسقاط حمل کے تدابیر کرتے ہیں اور یہ غلط کار مجرم ایک ناکردہ گناہ یعنی اپنی ہی اولاد کی ننھی سی جان لینے کی فکر کرتے ہیں۔ زنا کے ساتھ قتل نفس کا بدترین گناہ بھی اپنے سر لیتے ہیں۔ کہاں گئی ماں کی محبت؟ جھوٹی پارسائی اور نمائشی نیک نامی بنا رہنے کے لئے کیسے کیسے سنگین جرائم کا ارتکاب ہو رہا ہے؟ غور کرو کہ ایسی ماں شیطان سے کتنی قریب اور اللہ سے کتنی دُور ہے؟ کیا اب بھی ماں باپ ایسی بیٹی کو گلے لگائیں گے؟ افسوس! صد افسوس!! ان حالات پر جتنا ماتم کیا جائے اور اس پر جتنے آنسو بہائے جائیں کم ہے۔

پردہ آسان علاج عزیزو! شرع شریف نے آسان علاج پردہ تجویز فرمایا۔ نہ نامحرم کی نظر پڑتی، نہ یہ ہنگامۂ شور و شر برپا ہوتا۔ فی زمانہ پردے کی جو گت بنی ہے اس سے کون ناواقف ہے؟ بے پردگی پر کیسے کیسے دلائل قائم کئے جا رہے ہیں اور کیا کیا مضامین شائع ہو رہے ہیں اور خدا و رسول کے کھلے ہوئے احکام کی بیخ کنی پر کیسے تلے ہوئے ہیں۔ پھر شکایات کا ایک طومار ہے کہ خیر امت پر یہ آفت کبھی کہتے ہو: ؎

لطف پر لطف ہے اغیار کے کاشانوں پر ۔۔۔ بجلی گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

خدارا انصاف سے کہو کیا آپ پر الطاف اور الطاف پر الطاف نہیں رہے؟ کیا

اس وقت بھی اس کے آثار و علائم موجود نہیں ہیں، مگر سچ کہو کہ کیا یہی مسلمانی ہے؟ اور اسی کا نام بیچارگی؟ پھر اس منہ سے یہ گلہ کہ بجلی گرتی ہے آہ ثم آہ، واقعی ہم اس قابل تھے کہ گرتی مگر پھر بھی نہیں گری یہ حضور رحمۃ للعالمین کا صدقہ ہے کہ جی رہے ہیں۔ ع چیزے نمی تواں گفت روئے تو درمیانست۔ ورنہ ہمارے کاران تو جینے کے نہیں۔ اپنے ہاتھوں سے اپنی قبریں کھودنے والوں کو اغیار سے گلہ کیوں؟

چوتھی شرط پر ہند کا جواب اس شرط کو سن کر ہنؓد کہنے لگی: "ربیناھم صغارا وقتلتھم کبارا فانتم وھم اعلم۔ ہم نے تو چھوٹے پن میں انکی تربیت کی پالا پوسا۔ وہ بڑے ہوئے اور جوان ہوئے تو خود آپ لوگوں نے ان کو مار ڈالا اب آپ جانیں اور وہ" یہ حنظلہ بن ابی سفیان کی طرف اشارہ تھا جو بدر میں کافر مارا گیا تھا۔ حضرت عمرؓ یہ سنکر خوشی سے لوٹ گئے۔ حضور اکرمؐ نے بھی تبسم فرمایا۔

شرط چہارم کا مفہوم بیعت تقوی میں بیعت تقوی میں ہر وہ طریقہ اختیار کرنا جس سے نطفہ زائل ہوتا ہو اور جس سے نسل انسانی متاثر ہوتی ہو داخل ہے۔

شرط پنجم بہتان تراشی سے احتراز (۵) پھر آپ نے پانچویں شرط سنائی۔
وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ۔ اور
نہ لائیں بہتان جس کو باندھا ہو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان" اس کی
دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ شوہر دار عورت کسی دوسرے سے حاملہ ہو اور اس
بچے کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کردے۔ دوسری یہ کہ کوئی بچہ کہیں پڑا ہوا ہو تو
چپکے سے اس کو اٹھالے اور اس کو اپنا باور کرا کے اپنے شوہر کی طرف منسوب کردے
پہلی صورت میں زنا اور بہتان دو مستقل جرائم ہیں۔ اور دوسری میں بہتان اور
جھوٹ۔ پہلی صورت کی سنگینی زیادہ ہے۔ بہرحال یہ دونوں صورتیں چونکہ خلاف واقعہ
ہیں اور محض جھوٹ اس لئے اسلام اس کا روادار نہیں۔

شرط پنجم پر ہندؓ کا اعتراف ہندؓ نے جب یہ شرط سنی تو برملا کہا۔ واللہ
انّ البھتان لامر قبیح وما تأمرنا الّا بالرشد ومکارم الاخلاق۔
خدا کی قسم! بہتان تراشی بہت بری بات ہے اور آپ کے جملہ احکام نیک چلنی
اور باعزت اخلاق کے حامل ہیں" اس تقریر پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ بیعت
ابھی پوری نہیں ہوئی اور صنف نازک پر اس کے کیسے برکات ظاہر ہو رہے ہیں کہ
ایک عورت جو اب تک دشمن اسلام، دشمن مسلمانان اور خورشید عالم کی دشمن جان تھی

اور آن کی آن میں کس بلند آہنگی اور پامردی کے ساتھ اسلام مسلمانوں اور حضور انور کی ثنا خوانی میں رطب اللسان ہے۔

بیعت تقویٰ میں شرط پنجم کا مفہوم بیعت تقویٰ میں ہر قسم کا جھوٹ افترا پردازی بہتان تراشی داخل ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی کی جان سے ہو یا مال سے یا آبرو سے۔ مسلمان اور جھوٹ دونوں میں دور کا تعلق اور لگاؤ بھی نہیں ہو سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ المومن لا یکذب۔ مومن کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔" زمانہ حال تک یعنی ہمارے بچپن میں کبھی کوئی مسلمان جھوٹ کا کوئی کلمہ اپنی زبان سے نکال لیتا تو غیر مسلم افراد تعجب سے کہتے۔ "دیکھو صاحب! یہ مسلمان ہو کر جھوٹ بولتا ہے۔" مطلب یہ کہ مسلمان کا سچ کہنا غیر مسلموں کے نزدیک بھی مسلّم تھا۔ مگر آہ! اب تو اغیار یہ کہنے لگے ہیں کہ اجی وہ تو مسلمان ہیں یعنی جھوٹ کے عادی ہیں العیاذ باللہ۔

شرط ششم ترک عصیاں (۶) پھر چھٹی شرط یہ سنائی:۔ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ۔ اور کسی بھلائی میں آپ کی نافرمانی نہ کرینگی" یعنی آپ کسی اچھے کام کے کرنے کا حکم دیں یا کسی برے کام کے کرنے سے منع فرمائیں تو آپ کے فرمان کا خلاف نہ کریں۔ خلاف ورزی ہوئی تو وہ بیعت ہی کیا رہی؟ نھی عن المنکر

یہاں "معروف" میں داخل ہے۔ کیوں کہ اچھے کام کا حکم اور بُرے کام سے باز رہنے کی ہدایت دونوں "معروف" (اچھے) ہیں۔ اور حکم یہ ہو رہا ہے کہ کسی معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں۔

فِی مَعْرُوْفٍ کی قید کا فائدہ نیز اگرچہ یہاں صرف لَا یَعْصِیْنَکَ فرما دینا بظاہر کافی معلوم ہوتا تھا اور فِی مَعْرُوْفٍ کی قید کے اضافہ کی ضرورت نہ تھی اسلئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ احکام معروف ہی ہو سکتے ہیں اس کے خلاف کا تصور تک نہیں آسکتا مگر بایں‌ہمہ فِی مَعْرُوْفٍ کی قید اضافہ فرمائی گئی، اس میں یہ بتانا منظور ہے کہ کسی مخلوق کی طاعت صرف اچھے کام میں ہی جائز ہے۔ حدیث شریف ہے:- لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ "جس امر میں خالق تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی مخلوق کی طاعت نہیں کی جائے گی"۔ سید الکونین تو ہمیشہ معروف ہی کا حکم فرمائیں گے مگر آپ کے ہر جانشین کا ہر حکم معروف ہونا ضروری نہیں اس لئے جتادیا گیا کہ کسی کی اطاعت صرف امر خیر میں ہی ہو سکتی ہے۔

ایک نکتہ یہاں لا یعصین اللہ نہیں فرمایا گیا اس لئے کہ رسول کریم کی اطاعت عین اللہ سبحانہ کی اطاعت ہے اور آپ کی نافرمانی عین اللہ سبحانہ کی نافرمانی ہے، جیسا کہ دوسری جگہ بصراحت ارشاد ہوا۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی "۔ اسی سے نافرمانی کا مسئلہ بھی سمجھ لیا جائے۔

شرط ششم پر ہند کا تاثر کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب یہ شرط پیش فرمائی وَلَا یَعۡصِیۡنَكَ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ کہ کسی امر خیر میں آپ کی نافرمانی نہ کرینگی تو ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان نے کہا۔ واللہ ماجلسنا مجلسنا ھذا وفی انفسنا ان نعصیك فی شیئ۔ خدا کی قسم! ہم اس مجلس میں شریک ہوئی ہیں تو ہمارے جی میں یہ خیال تک نہ آیا کہ کسی امر میں ہم آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرینگی یا نافرمانی کرینگی "۔

لا یعصینك کی تفسیر ابتدائی پانچ شروط اہمیت کے اعتبار سے مخصوص طور پر ایک ایک امر سے متعلق تھے لیکن بیعت کے لئے صرف ان پانچ امور کی تکمیل کافی نہ تھی کیوں کہ بیعت نام ہے خدا و رسول کے ہاتھ پر اپنے آپ کو فروخت کر دینے کا اس لئے چھٹی شرط جو عاید فرمائی گئی اس میں جملہ امور کی تعمیم فرمادی گئی کہ کسی امر خیر میں حضور انور صلوات اللہ وسلامہ علیہ و آلہ کے منشائے مبارک کی خلاف ورزی نہ کرینگی تاکہ بیعت کا منشا پورا ہو۔ نیز ما بقی امور کو ایک ایک کر کے گن گن کر بتانا بھی ایک دشوار گزار بات تھی بیعت کرنے والیوں کے حق میں بھی اور بیعت لینے

والوں کے لئے بھی اس لئے آخری شرط ایسی قائم کی گئی جو تمام امور کی جامع ہو ۔
باایں ہمہ مفسرین کرام نے دیگر احادیث معتبرہ کے پیش نظر یہ صراحت فرمادی ہے
کہ اس آخری شرط سے خصوصی طور پر امور ذیل مراد ہیں جو تخصیص بعد تعمیم کے
حکم میں ہیں :۔ هو النهي عن النياحة والدعاء بالويل وتمزيق الثوب
وحلق الشعر ونتفه ونشره وخمش الوجه وان تحدث المرأة
الرجال الا ذا رحم محرم وان تخلو برجل غير محرم وان تسافر الا مع
ذي رحم محرم۔ ارشاد باری تعالیٰ ولا يعصينك في معروف سے مراد
ممانعت ہے نوحہ کرنے کی یعنی میت کی جھوٹی سچی تعریفیں کر کر کے رونا پیلانا ۔
اپنے آپ کو کوس لینا۔ کپڑے پھاڑ لینا۔ بال مونڈ لینا۔ بال نوچنا۔ بالوں کو بکھیر لینا
چہرہ نوچ لینا' عورت کا غیر مردوں سے (بے تکلف) باتیں کرنا۔ غیر مردوں سے
تخلیہ میں ہونا۔ غیر محرم مردوں کے ساتھ سفر کرنا" اس طرح خصوصیت کے ساتھ
حدیث شریف میں ان امور کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ مطلب یہ کہ کسی امر میں
خلاف ورزی نہ کریں خصوصاً امور مذکورۃ الصدر میں خیال رکھیں کہ خلاف ورزی
نہ ہونے پائے جن کی عورتوں میں کثرت ہے ۔

لَا يَعْصِينَكَ کا مطلب | امیمہ بنت رقیہؓ فرماتی ہیں کہ ہم چند عورتیں

بیعت کرنے کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپؐ نے قرآن کریم کی یہی آیت کریمہ جو بیعت نسواں کے باب میں نازل ہوئی ہے تلاوت فرماتے اور ایک ایک شرط پیش فرماتے گئے جب آپؐ شرط آخر ولا یعصینك فی معروف پر پہنچے تو ارشاد ہوا۔ فیما استطعن واطقن۔ جہاں تک ان کی استطاعت اور طاقت میں ہو" مطلب یہ کہ حتی الامکان نافرمانی نہ کریں۔ رہا یہ کہ کسی امر کی خلاف ورزی ہی نہ ہونے پائے یہ مستبعد ہے اور آیہ کریمہ سے یہ مراد نہیں۔ یہ سن کر ہم نے عرض کیا:۔ اللہ ورسولہ ارحم بنا من انفسنا اللہ اور اس کے رسول ہم سے بڑھکر ہم پر زیادہ مہربان ہیں" کہ صنف نازک کی کوتاہیوں کے مدنظر یہ سہولت بخشی۔ یہ حکم اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ کا عام حکم ایک جگہ یہ ہے:۔ اتقوا اللہ حق تقاتہ۔ اللہ سے ایسے ڈرتے رہو جیسا کہ ڈرنا چاہیئے" پھر دوسری جگہ یہ سہولت بخشی گئی:۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم لہذا تم اللہ سے ڈرتے رہو جہاں تک تم سے ہو سکے" بیعت تقوی میں شیوخ کرام یہی شرط لیتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

بیعت کے بعد دعا و استغفار اس کے بعد ارشاد ہو رہا ہے کہ عورتیں جب شرط بالا پر بیعت ہونے کا اقرار کرلیں فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ

لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ تو ان کی بیعت لیجئے اور ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائیے۔ یقیناً اللہ سبحانہ بخشنے والا مہربان ہے" ان عورتوں کی بیعت بھی قبول و منظور کر لی جائے گی اور آپ دعائے مغفرت جو ان کے حق میں فرمائیں گے اس کو بھی قبول و منظور کر لیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی دعا و استغفار بیعت کی جان ہے۔ اسی سے امید بندھتی ہے کہ بیعت ان شاء اللہ مفید و کار آمد ہوگی اور اس پر استقامت نصیب ہوگی اور اس کا ثمرہ دنیا و عقبیٰ میں ملیگا۔ پیران طریقت ختم بیعت پر جو دعا فرماتے ہیں وہ یہیں سے ماخوذ ہے۔

بیعت مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ہے

اس آیہ کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہو چکا کہ بیعت صرف مردوں کے ساتھ مخصوص نہیں عورتیں بھی اس کی مامور ہیں۔ چونکہ یہ بیعت بحکم الٰہی ہو رہی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس کے بعد استغفار کا حکم ہو رہا ہے تو اللہ سبحانہ کی ذات سے یقین کامل ہے کہ دعائے مغفرت قبول و منظور ہو کر رہیگی۔ اور بیعت ہونے والیاں اس کے بعد اپنے سابقہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوں گی جیسی کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت پاک صاف تھیں۔ اس کے بعد خدانخواستہ اگر بیعت توڑ دیں تو اس میں انہیں کا نقصان ہوا

اور اگر شروطِ بیعت پر قائم رہیں اور اس کی کوشش کرتی رہیں تو اجرِ عظیم کی مستحق ہوں گی۔ جیسا کہ سورۂ فتح کی تفسیر میں حضرت سیدالشیوخ قدس سرہ العزیز نے صراحت فرمادی ہے۔ احادیث شریفہ میں یہ بھی آیا ہے کہ بعض مردوں سے بیعت لیتے وقت بھی انہیں شروط کو پیش فرما کر ان سے بیعت لی گئی۔

13 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ع

اے ایمان والو! مت دوستی کرو ان لوگوں سے کہ غصہ ہوا ہے اللہ ان پر
وہ آس توڑ چکے ہیں پچھلے گھر سے جیسے آس توڑی منکروں نے قبر والوں سے"

حرفِ آخر | یہ اس سورت شریفہ کی آخری آیۂ کریمہ ہے۔ سورت کی ابتدا جس مضمون سے ہوئی تھی خاتمہ پر پھر اسی کو یاد دلایا جارہا ہے کہ کفار خواہ وہ مشرکین ہوں یا اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ یہ سب اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ دشمنانِ اسلام اللہ سبحانہ کے موردِ غضب ہیں اور اللہ پاک کا غصہ جس پر ہو مومن کا کام بھی یہ ہونا چاہئے کہ اس پر غصہ کرے نہ یہ کہ اس سے دوستی جوڑے اور دوستی جوڑنے کی تدبیریں کرتا رہے ان کی دوستی اول تو ہو نہیں سکتی اگر ہوئی بھی تو اللہ سبحانہ کے مقابلہ میں

کیا کام آسکتی ہے؟ کافر آخرت سے مایوس اور نا امید ہیں۔ آخرت ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں اسی وجہ سے وہ اس کے منکر ہیں۔ اور مومن اپنا ہر کام دار آخرت میں کام آنے کے لئے کرتا ہے۔ جب مومن اور کافر کے درمیان اتنا بُعد ہے تو ان کا تقرب نہ دنیا میں کار آمد ہو سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔ لہذا ان کی دوستی کا خیال ہی دل سے نکال دیا جائے۔ کفار آخرت سے اتنے ہی آس توڑے ہوئے ہیں جتنی کہ مرے ہوئے کافر جو قبروں میں دفن ہو چکے ہیں دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس تھے یا یہ کہ مرے ہوئے کافر جب قبروں میں اتار دئے گئے اور آخرت کے عذاب کا مشاہدہ کیا تو اللہ سبحانہ کی رحمت سے مایوس و نا امید ہو چکے اسی طرح یہ کافر آخرت سے مایوس ہیں۔ بخلاف مومن کے کہ وہ دنیا میں ہے تو رحمت الٰہی کا امیدوار ہے اور آخرت میں پہنچیگا تو وہاں بھی اللہ کی رحمت کا امیدوار رہیگا۔

خدایا بحق بنی فاطمۂ — کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسول

خداوندگارا نظر کن بجود   کہ جرم آید از بندگاں در وجود
چو ما را بہ دنیا تو کردی عزیز   بہ عقبیٰ ہمیں چشم داریم نیز

سورہ ممتحنہ کی تفسیر ختم ہوئی

الحمد للہ والمنۃ والصلاۃ والسلام علی خیر البریہ
وعلی آلہ واصحابہ افضل التحیۃ ۔

نہم شہر جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ یوم چہار شنبہ